روحانی طور پر آزاد قوم کہلانے کے مستحق

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ / جولائی ۱۹۸۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا
وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۷﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ
مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا
يَسْتَوٗنَ ﴿۱۹﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ
جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ (السجدہ: ۱۷-۲۰)

اور پھر فرمایا:

دنیا میں ہر مشین کے چلنے کے لئے ایندھن درکار ہوا کرتا ہے اور یہ دو قسم کے ایندھن ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اندرونی طور پر کام کرتے اور حرکت دیتے ہیں، دوسرے وہ جو باہر سے کھینچتے یا دھکیلتے ہیں۔

انسانی اعمال کو حرکت دینے کے لئے بھی اسی قسم کی توانائی کے دو سر چشمے ہیں۔ اندرونی طور پر محبت اور نفرت کی دو طاقتیں ہیں جو انسانی عمل کو حرکت دیتی ہیں اور بیرونی طور پر طمع اور خوف کی دو طاقتیں ایسی ہیں جو انسانی اعمال کو کھینچتی یا دھکیلتی ہیں۔ قرآن کریم نے ان دونوں کا نہایت ہی پیارے اور حکیمانہ انداز میں الگ الگ جگہ ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ مومن پر یہ قوتیں کس طرح عمل کرتی ہیں۔

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں پہلی آیت میں موخر الذکر دو طاقتوں یعنی خوف اور طمع کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ مومن پر خوف اور طمع دنیا والوں کے خوف اور طمع کے مقابل پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ فرمایا جہاں تک مومن کا تعلق ہے ان دونوں طاقتوں کا رخ اللہ کی جانب ہے، اسے کبھی کسی غیر کا خوف کسی حرکت پر آمادہ نہیں کرتا۔ اسی طرح جہاں تک طمع کا تعلق ہے وہ بھی خالصۃً اللہ ہی کی طرف رخ کئے ہوئے ہوتی ہے اور کبھی کسی حالت میں بھی غیر اللہ کا لالچ اسے کسی حرکت پر آمادہ نہیں کرتا۔ پس جہاں تک خدا کے خوف اور خدا کے فضلوں کی طمع کا تعلق ہے وہ مومن کی زندگی پر اس شدت سے قبضہ کر لیتی ہے کہ نہ اسے دن کو چین آتا ہے اور نہ رات کو، جب دنیا امن سے رات کو سوئی ہوئی ہوتی ہے وہ بے قرار ہو کر بستروں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا اپنے رب کو خوف سے بھی پکارتے ہیں اور طمع سے بھی پکارتے ہیں۔ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور پھر ہم جو کچھ انہیں عطا کرتے ہیں اس میں سے وہ آگے دنیا میں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ پر جہاں تک دنیا کی قوت عمل کا تعلق ہے وہ ہر صورت میں غیر اللہ کے خوف سے چلتی ہے اور غیر اللہ کی طمع میں حرکت کرتی ہے۔ مثلاً ایک بچہ جب خوف کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کے ذہن میں سب سے پہلے ماں کا خیال آتا ہے۔ وہ کسی جنگل بیابان میں ہو اسے علم بھی ہو کہ ماں اس کی آواز نہیں سن سکتی تب بھی لازماً بے اختیار اس کے منہ سے ماں کا لفظ نکلے گا۔ یہ اس کے دل کی سچائی ہے جو اسے ماں کو بلانے پر آمادہ کرتی ہے۔ ہوسکتا ہے ایک بیٹا اپنے باپ کو پکارے یا وہ قومیں جن کے ہاں پولیس کا نظام بہت اچھا ہوتا ہے وہاں جب بھی کوئی آدمی خوف میں مبتلا ہوتا ہے سب سے پہلے اس کے ذہن میں پولیس کا خیال آتا ہے۔ چنانچہ جگہ جگہ پولیس کے ٹیلیفون نمبرز لگے ہوتے ہیں یہاں تک کہ گھروں میں بھی آویزاں رہتے ہیں۔ چنانچہ جہاں خطرہ لاحق ہوا وہاں فوری طور پر اس نمبر کو ڈائل کر دیا جاتا ہے۔ تو گویا ہر شخص کے خوف کے لئے اس کا ایک رب ہوتا ہے اور اچانک فوری طور پر جب بھی کوئی خوف لاحق ہوتا ہے بے اختیار وہی وجود اس کے ذہن میں آجاتا ہے جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ طاقتور ہے اور جو سب سے زیادہ اس بات کے قابل ہے کہ اسے خوف سے نجات بخشے۔ پرانے زمانوں میں لوگ بادشاہوں کی دُہائیاں دیا کرتے تھے اور تاریخ سے ثابت ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ عورتوں کو علم تھا کہ ان کی آواز بادشاہ تک نہیں پہنچ

سکتی وہ سینکڑوں میل دور قید خانوں اور ڈنجنز میں پڑی ہوتی تھیں اور اپنے بادشاہ کو آوازیں دیا کرتی تھیں۔ چنانچہ اسلامی تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ کسی نے ایک عورت کی آواز سنی اور بادشاہ تک پہنچائی تو اس کی آواز کی خاطر غیرت دکھاتے ہوئے بادشاہ نے لشکر کشی کی اور اس حکومت کو مجبور کر دیا کہ اس مظلوم عورت کو آزاد کرے لیکن ایسے اتفاق ہی ہوتے ہیں۔ سینکڑوں میں ہزاروں میں ایک دفعہ وہ آواز اس جگہ تک پہنچ جاتی ہے جہاں تک پہنچانا مقصود ہوتی ہے جب کہ اکثر آوازیں صدا بصحرا ثابت ہوتی ہیں، پکارنے والا پکارتا رہ جاتا ہے اور سننے والا کجا یہ کہ اس کی مدد کر سکے وہ اس کی تکلیف سے ہی غافل رہتا ہے، اور اگر غفلت نہ بھی کرے تب بھی اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ وہ اس بات کا اہل ہی نہ ہو کہ وقت پر اس کی تکلیف کو دور کر سکے۔ چنانچہ اسی مضمون پر غالبؔ یہ کہتا ہے:

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

(دیوان غالب)

اے میرے محبوب! مجھے معلوم ہے کہ تجھے مجھ سے اتنا پیار ہے کہ میرے درد کی پکار جب تم تک پہنچے گی تو تم بے اختیار دوڑ پڑو گے لیکن تم بھی آخر انسان ہو اور بے بس ہو۔ میری تکلیف تو اتنی زیادہ ہے کہ تمہیں خبر پہنچنے تک ہی میں جل کر خاک ہو چکا ہوں گا۔

پس دنیا والے ہمیشہ دنیا والوں ہی کو پکارتے ہیں لیکن اکثر صورتوں میں ان کی پکار ضائع ہو جاتی ہے اور بے کار چلی جاتی ہے اور جہاں تک پہنچانا مقصود ہوتی ہے وہاں تک پہنچتی ہی نہیں۔ اگر وہاں تک پہنچ بھی جائے تو پھر اس کے جواب میں امدادی کارروائی میں تاخیر ہو جاتی ہے یا مدد کرنے والا اس بات کا اہل ہی نہیں ہوتا کہ وہ مدد کر سکے۔ ایک ہی ذات ہے اور وہ ہمارے رب کریم کی ذات ہے جسے آپ جب بھی پکاریں گے اس کو ہمیشہ موجود پائیں گے۔ مخفی سے مخفی آواز بھی ایسی نہیں جو اس تک نہ پہنچے۔ دل کی گہرائیوں میں پیدا ہونے والے اور کروٹیں لینے والے خیالات بھی اس تک پہنچتے ہیں۔ چنانچہ جس پکار کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ بھی ایک تنہائی کی اور اندھیرے کی پکار ہے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا فرمایا یہ میرے بندے مجھے ایسی حالت میں پکارتے ہیں جب دنیا میں ان کو کوئی دیکھ نہیں رہا ہوتا کوئی ان کی آواز نہیں سن رہا ہوتا۔

رات کی تاریکیوں میں یہ اپنے بستروں کو چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم ان کی آواز کو سنتے ہیں ہم ان کی مدد کو آتے ہیں۔ اسی طرح ان کی طمعیں بھی ان کی حرص و ہوا، ہر خواہش اور ہر تمنا خدا ہی کی طرف رخ اختیار کرتی ہے۔ فرمایا مومن بندے خوف میں بھی اپنے رب کو پکارتے ہیں اور طمع میں بھی اسی کو پکارتے ہیں جب کہ دنیا کی حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ مثلاً ایک بچہ امتحان میں بیٹھتا ہے۔ اگر دنیا داری اس پر غالب ہوگی تو وہ یہ سوچے گا کہ میں کس طرح ممتحن تک پہنچوں، کس طرح سفارش کرواؤں، کس طرح کوشش کروں کہ میرے اچھے نمبر آجائیں لیکن سینکڑوں ہزاروں احمدی بچے ہیں جن کے دماغ میں سب سے پہلے یہ خیال آتا ہے کہ وہ دعا کے لئے خط لکھیں۔ چنانچہ جب یہ دعائیہ خطوط آتے ہیں تو انہیں دیکھ کر میری روح بڑی لذت محسوس کرتی ہے اس خیال سے کہ ہر لکھنے والے کے دماغ میں پہلا خیال اپنے رب کا آیا ہے اور یہ معصوم بچے اس فوج میں داخل ہو گئے ہیں جو يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا والی فوج ہے۔ اسی طرح تربیت پاتے ہوئے جب یہ بڑے ہوں گے تو ان پر ہمیشہ اپنے رب کا خیال غالب رہے گا اور وہی ایک خیال ہے جو ان کی روح پر قبضہ کئے رکھے گا۔ اسی طرح بعض لوگ ہیں جو رشوت کو خدا بنا لیتے ہیں اور ہر حرص کے وقت سوچتے ہیں کہ رشوت دے کر کام چلائے جائیں گے، بعض لوگوں نے سفارشوں کو خدا بنایا ہوا ہوتا ہے اور بعض نے دوستیوں کو خدا بنایا ہوا ہوتا ہے اور وہ ہر جائز اور ناجائز ذرائع کو اختیار کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ ہر حالت میں کسی نہ کسی طرح ان کی حرص پوری ہونی چاہئے۔

اس کے برعکس ایسے بھی بندے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ راتوں کو اٹھتے ہیں اور خوف اور طمع میں دعا کا رخ میری جانب پھیر دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اے خدا! ہمارا اور کوئی سہارا نہیں ہے نہ ہمیں کسی کی دوستی کی پرواہ ہے اور نہ اس پر اعتماد، نہ ہی ہم ناجائز طریق اختیار کر سکتے ہیں کیونکہ اس سے تو نے منع کر دیا ہے، اس بے بسی کی حالت میں ہم تیری طرف ہی جھکتے ہیں اور تجھے ہی پکارتے ہیں کہ تو ہماری مدد فرما۔ اس پر خدا تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ پھر ہم ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں اور یہ کرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں بلکہ یہ گویا ایک Understood یعنی تسلیم شدہ بات ہوتی ہے کہ ایسی دعائیں لازماً قبول ہوں گی۔

پھر آگے ان کے عمل کا ذکر فرما دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کو آسمان سے رزق عطا نہ کیا جائے اور خود ان کو بھی دیکھو کہ چونکہ ان کا واسطہ ایک لامتناہی رزق کے سرچشمہ سے ہو چکا ہوتا ہے اس لئے یہ اس فیض کو آگے چلاتے ہیں اور بندگان خدا پر یا خدا کی راہوں پر خرچ کرنے سے خوف نہیں کھاتے ۔ یہ خدا سے ایک جاری چشمہ پاتے ہیں اور اس کو آگے جاری کر دیتے ہیں ۔ یہ لوگ بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے بھی بے دریغ خرچ کرتے ہیں اور خدا کی راہوں پر بھی بے دریغ خرچ کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جس وقت انہوں نے خدا کو پکارا تھا اس وقت ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا جو کچھ عطا ہوا ہے وہ خدا کی طرف سے عطا ہوا ہے ۔ انہوں نے اپنی ضرورت کسی بندہ کے سامنے پیش نہیں کی اس لئے جب سب کچھ خدا کی طرف سے عطا ہوا ہے تو وہی ضامن ہے ۔ وہ اگر چاہے گا تو اس کو نہیں ختم ہونے دے گا اور وہ نہیں ختم ہوگا ۔ وہ مالک ہے، اس کے پاس لامتناہی رزق ہے، اگر وہ یہ فیصلہ کرے کہ یہ رزق ختم نہیں ہوگا تو وہ رزق ختم نہیں ہوگا ۔

پس یہی وہ رزق ہے جو خدا کی طرف سے جب مومن بندوں کو عطا ہوتا ہے تو وہ اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے اموال میں سے خدا کی راہ میں جو خرچ کرتے ہیں وہی پاک کمائی ہے جس کے متعلق یقین سے کہا جاتا ہے کہ یہ خدا کا فضل ہے اللہ کی طرف سے آیا ہے ۔ باقی ہر کمائی ایسی ہوتی ہے جس کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ خدا کا فضل ہے ۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے غلاموں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (الفتح: ۳۰)

فرماتا ہے محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں اور غلاموں کا یہ حال ہے کہ ان کے لئے یہ سوال نہیں ہے کہ رات کو اٹھیں اور پھر دعائیں کریں ۔ اے رسول! تو جب بھی ان کو دیکھے گا ہمیشہ رکوع اور سجود کی حالت میں پائے گا ۔ بظاہر جسمانی لحاظ سے وہ اپنے کاموں میں مصروف اور ادھر ادھر آ جا رہے ہوں گے لیکن اللہ جانتا ہے کہ ان کی روحیں ہمیشہ خدا کے حضور رکوع اور سجدے کر رہی ہوتی ہیں ۔ يَّبْتَغُوْنَ

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وہ اللہ ہی سے اس کا فضل مانگتے ہیں اور اسی کی رضا چاہتے ہیں۔
پس ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے دوسروں کے لئے جو رزق نکلتا ہے خواہ وہ بنی نوع انسان کے لئے جاری ہو یا اللہ کی راہوں میں خرچ کرنے کے لئے دیا جائے یہ وہ خالص اور پاک رزق ہے جو اللہ سے آتا ہے۔اس چشمہ میں کسی گند کی ملونی نہیں ہے اور یہ وہ رزق ہے جو ختم نہیں ہوتا اور خدا کی طرف سے اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ یہ کبھی ختم نہیں کیا جائے گا۔

اگر آپ غور کریں تو یہی وہ بندے ہیں جو خدا کے آزاد بندے ہیں کیونکہ دنیا کی طرف دیکھ کر دنیا کے سامنے ہاتھ پھیلانے والوں کی تقدیر میں تو کبھی ایسا جاری رزق نہیں آتا۔ وہ ہزار مصیبتوں اور مشکلوں میں مبتلا رہتے ہیں۔خواہ وہ افراد ہوں خواہ وہ قومیں ہوں اپنے خوفوں کے وقت دنیا کو بلانے والے کبھی بھی تسکین نہیں پاتے۔اگر دنیا ان کی آواز پر لبیک بھی کہہ دے تب بھی وہ اطمینان نہیں پا سکتے اور ان کا خوف واقعۃً دور نہیں ہوسکتا۔ دنیا والوں کے ہزار مصالح ہیں جو آڑے آجاتے ہیں۔ دوست اپنے دوستوں کو چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ کبھی قومی مصالح کے نام پر اور کبھی بین الاقوامی حالات کے نام پر، بعض دفعہ معاہدے ترک کر دیئے جاتے ہیں اور وقت پر قومیں قوموں کی مدد نہیں کرتیں۔اس صورت میں بھی ایک ہی ذات ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی ہر دو صورت میں لازماً کامل وفا کے ساتھ اپنے بندہ کی مدد کے لئے آتی ہے پس خوف ہو یا طمع ہو دونوں صورتوں میں ایک ہی قابل اعتماد ہستی اور دوست ہے یعنی ہمارا رب کریم جو ہر مشکل میں ہمارے کام آسکتا ہے۔اس کے باوجود جو لوگ خدا کو چھوڑ کر غیروں پر تکیہ کرتے ہیں وہ انجام کار نقصان اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو غیروں کو پکارتے ہیں ان کا انجام اس طرح بیان فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ؀ (الرعد:۱۵)

کہ وہ لوگ جو خدا کے سوا غیروں کو پکارتے ہیں ان کی حالت سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتی اور وہ پکارے جانے والے اس کے سوا ان کو کچھ جواب نہیں دے سکتے کہ جیسے کوئی پانی کی طرف ہاتھ بڑھائے اس نیت سے کہ وہ پانی اس کے ہونٹوں تک پہنچ جائے اور اس کی پیاس کو بجھا دے وَمَا

هُوَ بِبَالِغِهٖ لیکن ایسا نہ ہو سکے اور پیاسا اپنا ہاتھ بڑھاتا چلا جائے لیکن پانی اس کے قریب نہ پہنچے اور اس کے ہونٹوں تک پہنچ کر بھی اس کی پیاس نہ بجھا سکے۔ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافروں کی دعا سوائے گمراہی اور بے کار جانے کے اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اب اس نقشے کو آج آپ دنیا کی قوموں پر چسپاں کر کے دیکھیں کیسا حیرت انگیز طور پر یہ مضمون ان پر صادق آتا ہے۔ دنیا کی جتنی بھی قومیں ہیں جب لوگ ان سے مانگتے ہیں تو ساتھ Strings Attach کر دیتے ہیں اس کے ساتھ کچھ پابندیاں لگا دی جاتی ہیں۔ لینے والوں کی گردنیں آزاد نہیں کی جاتی ہیں بلکہ ان کی گردنیں غلام بنائی جاتی ہیں۔ چنانچہ دینے والے اس طرز پر مدد کرتے ہیں کہ لینے والا کبھی بھی ان کی مدد سے پھر آزاد نہ ہو سکے۔ اس نئے دور میں آج تک ایک بھی قوم آپ کے سامنے ایسی نہیں آئے گی جس نے دنیا کی عظیم قوموں کی طرف مدد کے لئے ہاتھ بڑھایا ہو اور پھر ان کی مدد سے آزاد ہو گئی ہو۔ ایسی قومیں مدد لینے کے لئے جاتی ہیں لیکن دن بدن سود کے شکنجوں میں جکڑی جاتی ہیں، قرض کے شکنجوں میں جکڑی جاتی ہیں۔ جو کارخانے ان کی مدد سے بنائے جاتے ہیں ان کے (Spare parts) فالتو پرزے مانگتے مانگتے ہی عمریں گزر جاتی ہیں اور ایک دن بھی ان کی قسمت میں ایسا نہیں آتا کہ وہ آزاد ہوں۔ ہر غریب ملک اور غریب قوم کی یہی تقدیر ہے جو آج چل رہی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اب ایسا سال چڑھے گا کہ ہماری پیاس بجھے گی اور ہماری قومی ضرورت پوری ہو گی لیکن وہ سال ان سے آگے آگے بھاگتا رہتا ہے۔ ایک ہی ہے دینے والا جس کی عطا کے ساتھ کوئی String نہیں کوئی قید نہیں ہوتی۔ وہ جب کسی کو کچھ عطا فرماتا ہے تو اس بات سے مستغنی ہو جاتا ہے کہ وہ اس کا شکر بھی ادا کرتا ہے یا نہیں اور بعض دفعہ ایسی حالتوں میں بھی عطا کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ انسان ناشکری کرے گا پھر بھی وہ اسے عطا کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ان لوگوں کو بھی عطا کرتا ہے جو اس کی ہستی کا انکار کرتے ہیں۔

پس خدا تعالیٰ کی ذات بڑی عجیب ذات ہے، فرماتا ہے تمہیں ان دنیا والوں کی بجائے اس ذات کی طرف جانا اور اسے ہی مدد کے لئے پکارنا چاہئے جس کی یہ صفات ہیں اور جو لامتناہی خزانوں کا مالک ہے اور لازماً پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے۔ تم اس خدا کو چھوڑ کر، دنیا کی طرف جا کر، دنیا کی طرف دوڑ کر خود اپنی ہلاکت کے سامان پیدا کر رہے ہو۔ یہ دنیا تو ایک سراب ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ بڑے ہی پیارے رنگ میں ان لوگوں کی جزا بیان فرماتا ہے جو اس کی خاطر راتوں کو اٹھ اٹھ دعائیں کرتے ہیں۔ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَہُمۡ مِّنۡ قُرَّۃِ اَعۡیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ فرماتا ہے کسی آنکھ نے وہ تسکین قلب نہیں دیکھی، آنکھوں کی اس ٹھنڈک تک کوئی تصور پہنچ نہیں سکتا جو ہم ان بندوں کو عطا کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کی خاطر چھپا کر رکھی گئی ہیں۔

اب دیکھیں اس میں فصاحت و بلاغت کا کیسا کامل مضمون ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کیسا پیارا انداز ہے۔ پہلے یہ فرمایا تھا کہ یہ میرے بندے راتوں کو اٹھ اٹھ کر دنیا سے چھپ کر اور مخفی طور پر میری راہ میں آنسو بہا رہے ہوتے ہیں جب لوگوں کو علم ہی نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے یہ اس وقت راتوں کو اٹھتے ہیں اور میرے حضور حاضر ہو جاتے ہیں تو ان کی جزا بھی تو ملتی جلتی ہونی چاہئے۔ فرمایا جس طرح ان کے آنسو دنیا سے چھپتے ہیں میں ان پر نازل ہونے والی نعمتوں کو بھی دنیا کی نظر سے چھپا دیتا ہوں اور صرف ان پر کھولتا ہوں۔ میرے اور میرے ان بندوں کے درمیان پیار کا ایسا رشتہ قائم ہو جاتا ہے جس سے دنیا والے کلیتہً بے خبر رہتے ہیں کہ یہ کیا واقعہ ہو گیا ہے۔ غریب لوگ جو خدا کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں متمول ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔ وہ خالی دامن لے کر جاتے ہیں اور دنیا اور آخرت کے خزانے سمیٹ کر واپس آجاتے ہیں اور ان کے دل میں ایسا سرور پیدا ہوتا ہے کہ دنیا والے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جیسے ان کے آنسو چھپے ہوئے تھے ویسے ہی خدا تعالیٰ اپنے پیار اور محبت کے اظہار میں ان کی لذتیں بھی دنیا والوں سے چھپا دیتا ہے اور طرز بیان یہ ہے کہ دنیا کی گندی آنکھیں اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی لذتوں پر نظر ڈال سکیں۔ یہ خدا کے پاک بندے ہیں، ان کی لذتیں بھی پاک ہیں اور دنیا تو اس بات کی بھی اہل نہیں ہے کہ یہ معلوم کرے کہ ان کو کیا عطا ہوا ہے۔ وَّمِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ فرماتا ہے ان بندوں کی طرف سے خدا کی راہ میں جو خرچ کیا جاتا ہے لازماً یہی وہ رزق ہے جو پاک رزق ہے جس میں دنیا کی کوئی ملونی نہیں اور آپ غور سے دیکھیں تو اس سے زیادہ انسان کی آزادی کا تصور ممکن نہیں ہے جو ان آیات میں پیش کیا گیا ہے۔ فرمایا جو شخص ساری دنیا کی طمع سے آزاد ہو جائے اور صرف ایک ذات کے ساتھ اپنی طمع کو منسوب کر دے تو وہی آزاد ہے جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مرضی سے تابع کر دیتا ہے اور یہی غلامی ایک ایسی غلامی ہے جو ہزارہا غلامیوں سے نجات بخشتی ہے۔ ایسا شخص اس بات پر انحصار نہیں کرتا کہ تیل کی دولت پر اس کا قبضہ ہوتا ہے یا نہیں،

وہ اس بات پر بھی انحصار نہیں کرتا کہ وہ سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کی کانیں اس کے قبضہ میں آتی ہیں یا نہیں، اس بات سے مستغنی ہوتا ہے کہ امریکہ اس کا دوست ہے یا روس اس کا دوست ہے یا چین اس کا دوست ہے یا جاپان اس کا دوست ہے ایک ہی ذات ہے جس کے سامنے اس کا سر جھکتا ہے اور وہ اپنے رب کی غلامی اختیار کرتا ہے اور یہی غلامی اس کو ہر دوسری غلامی سے آزاد کر دیتی ہے۔

اور یہی حال اس کے خوفوں کا ہے۔ ہر خوف و خطر کی حالت میں اسے اپنے خدا کی مدد کا یقین ہوتا ہے اس لئے جب کبھی اس پر خوف کی حالت طاری ہوتی ہے اسے چین کی طرف نہیں دیکھنا پڑتا، خوف کی حالت میں اسے امریکہ پر بنا نہیں کرنی پڑتی، خوف کی حالت میں وہ انگلستان کی دوستی پر انحصار نہیں کرتا۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ روس کب اس کی مدد کے لئے آئے گا یا چین کب اپنی فوجیں بھیجے گا۔ وہ جانتا ہے کہ وہ رب کریم جس نے مجھے لَا خَوْفٌ (البقرۃ:۱۱۳) کی ضمانت دی ہے، وہ ہر آن میرے قریب ہے اور پیشتر اس کے کہ دشمن مجھے کوئی گزند پہنچا سکے آسمان سے مدد کے لئے اس کی فوجیں اتریں گی اور ممکن نہیں ہے کہ دشمن پہل کر جائے اور خدا کا فضل دیر میں نازل ہو۔ جس قوم کی آزادی کی ایسی عظیم الشان ضمانت دی گئی ہو اس کو کیا فکر ہے۔ اس کے سوا کوئی قوم آزاد ہے ہی نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں دو ہی قومیں ہیں۔ جس طرح جغرافیائی تقسیم ہوتی ہے اس طرح روحانی تقسیم میں بھی دو ہی قسم کی قومیں ہیں ایک غلام قومیں ہیں اور دوسری آزاد قوم ہے۔ غلام قوموں میں وہ ساری قومیں شامل ہیں جو خوف اور طمع کی حالت میں غیر اللہ کی طرف دیکھا کرتی ہیں ان میں سے کوئی بھی آزاد نہیں ہے۔ جو قومیں بظاہر آزاد نظر آتی ہیں اگر حقیقت میں ان کا جائزہ لیا جائے تو وہ بھی آزاد نہیں۔ مثلاً امریکہ کو آپ آزاد سمجھتے ہیں لیکن چونکہ ان کی طمع غیر اللہ کی طرف ہے، ساری قوم کسی نہ کسی غلامی میں بندھی ہوئی ہے۔ ہزار قسم کی حرص و ہوا اور گناہوں میں مبتلا ہیں اور کئی قسم کی قیود میں وہ جکڑے گئے ہیں۔ وہ اپنی اس تکلیف کو دن بدن زیادہ سے زیادہ محسوس کرتے چلے جاتے ہیں۔ بظاہر کتنی بڑی آزاد قوم ہے لیکن درحقیقت تمام کی تمام قوم کسی نہ کسی عذاب، کسی نہ کسی مصیبت اور کسی نہ کسی بندھن میں گرفتار ہے۔ بظاہر بے خوف اور دنیا کی سب سے طاقتور قوم ہے لیکن اس کے باوجود اس ملک میں اتنا خوف ہے کہ خوفزدہ ہو کر پاگل ہونے والوں کی تعداد دنیا کے سب ملکوں سے زیادہ ہے۔ نہ اندرونی خوف ان کو چھوڑ رہا ہے اور نہ بیرونی خوف سے وہ آزاد ہیں۔

پس ایک ہی قوم ہے جو آزاد ہے اور اے جماعت احمدیہ! وہ تم ہو اور تم ہو اور تم ہو کیونکہ تم وہ لوگ ہو جو ہمیشہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنے خدا کی طرف طمع سے دیکھتے ہو اور ہمیشہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر خدا کے حضور اپنے خوف کو امن میں بدلنے کے لئے روتے اور گریہ وزاری کرتے ہو۔ قرآن کریم ہمیں انہی دو قوموں کے متعلق بتاتا ہے اور یہی دو قومیں ہیں جو ہمیشہ قیامت تک برسر پیکار رہیں گی۔ حقیقی آزاد قومیں وہی ہیں جو پرانی اصطلاح میں آزاد قومیں ہیں جو خدا کے حضور گردن جھکاتی ہیں اور ہر دوسرے سے ان کی گردن آزاد کی جاتی ہے جو خدا کی طرف طمع سے دیکھتی ہیں اور خدا کے سوا ہر دوسری حرص سے ان کا دل پاک اور آزاد کر دیا جاتا ہے اور جماعت احمدیہ میں ان کی اجتماعی شکل نظر آتی ہے اس کے سوا دنیا میں ہر قوم کسی نہ کسی شکل میں دنیا کی غلام نظر آئے گی۔ یہ عجیب ظلم ہے اور تمسخر کی حد ہے کہ اس قوم کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس کو انگریزوں نے قائم کیا تھا یا فلاں نے اس کو کھڑا کیا یا فلاں کا خود کاشتہ پودا ہے۔ جس کا خود کاشتہ پودا ہو حرص کی حالت میں تو اس کی طرف دیکھا جاتا ہے، خوف سے بچنے کے لئے اس کو پکارا جاتا ہے مگر کوئی آئے تو سہی کبھی ربوہ کی گلیوں میں اور راتوں کو پھر کر تو دیکھے کہ رونے والے اور گریہ وزاری کرنے والے کس کو پکار رہے ہوتے ہیں۔ کیا کسی احمدی کی زبان پر خدائے حی و قیوم کے سوا بھی کوئی نام جاری ہوتا ہے؟ کیا خدا کے سوا بھی کسی درگاہ پر آنسو بہانے والا ملتا ہے؟

پس آج دنیا میں ایک ہی آزاد قوم ہے اور وہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت احمدیہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو بڑے ہی پیارے رنگ میں یوں بیان فرمایا ہے:

چھو کے دامن تیرا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لا جرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
دلبرا! مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ: ۲۲۵)

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۱ راگست ۱۹۸۳ء)